

(۸)

جب سے ہو ری کے گھر میں گائے آگئی ہے، اگر کی رونق ہی کچھ اور ہو گئی ہو۔ دھینا کا گھنٹا تو اس کی بساط سے باہر ہو رہا تھا، جب دیکھو وہی گائے کا چرچا ہو۔

بھوسہ ختم ہو گیا تھا۔ ایک میں کچھ چڑی لٹی لگتی تھی، اسی کو کاٹ کتر کر مویشیوں کو کھلانا پڑتا تھا، آنکھیں آسمان کی طرف لگی رہتی تھیں کہ کب پانی برسے اور گھاس اُگے۔ آدھا ساڑھ گزر گیا اور بارش نہیں ہوئی۔ یکا یک ایک روز بادل اٹھے اور ساڑھ کا پہلا دو ٹکرا پڑا۔ کان خریف کی فصل اپنے کے لئے ہل لے کر نکلتے ہی تھے کہ رائے صاحب کے کارندے نے کہلا بھیجا کہ جب تک لگان نہ بے باق ہو جائے گا کسی کو کھیت میں ہل نہ لے جانے دیا جائے گا۔ کسانوں پر جیسے بجلی گری اور کبھی تو اتنی سختی نہ ہوتی تھی، اب کے یہ کیسا حکم؟ کوئی ٹکانوں چھوڑ کر بھاگا بھٹوڑا ہی جانا ہی۔ اگر کھیتوں میں ہل نہ چلے تو روپیہ کہاں سے آئے گا؟ نکلیں گے تو کھیت ہی سے۔ سب مل کر کارندے کے پاس جا کر روئے۔ کارندے کا نام تھا پنڈت نوٹکھے رام۔ آدمی بُرے نہ تھے مگر مالک کا حکم تھا۔ اسے کیسے ٹالیں؟ ابھی اس دن رائے صاحب نے کیسی دیا اور دھرم کی باتیں کی تھیں اور آج اسامیوں پر یہ ظلم! ہو ری مالک کے پاس جانے کو تیار ہوا مگر پھر سوچا کہ انھوں نے کارندے کو ایک بار جو حکم دے دیا اسے کیوں ٹالنے لگے وہ سب کا سرغنہ ہو کر کیوں بُرا بنے؟ جب اور کوئی کچھ نہیں بولنا تو وہی کیوں آگ میں کودے جو سب کے سر پڑے گی اسودہ بھی میل لگے!

کسانوں میں پہل مچی ہوئی تھی، سب ہی گمانوں کے مہاجنوں کے پاس روپے لینے کے لئے دوڑے۔ گانوں میں آج کل سنگردشاہ کی خوب چل رہی تھی۔ اب کے برس اسے سن میں اچھا نفع ہوا تھا۔ گیہوں اور اسی میں بھی اس نے کچھ کم نہیں کمایا تھا۔ پنڈت داتا دین اور دلاری سیٹھانی کے یہاں بھی لین دین کا کام ہوتا تھا۔ سب سے بڑے مہاجن تھے جھنگری سنگھ جو شہر کے ایک بڑے مہاجن کے ایجنٹ تھے۔ ان کی ماتحتی میں کئی آدمی اور تھے جو اس پاس کے دیہاتوں میں گھوم گھوم کر لین دین کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے موٹے مہاجن تھے جو دو آنے روپے سود پر بغیر لکھا پڑھی کے روپے دیتے تھے۔ گانوں والوں کو بھی لین دین کا کچھ ایسا خط تھا کہ جس کے پاس دس بیس روپے جمع ہو جاتے وہی مہاجن بن بیٹھا۔ ایک وقت میں تو ہوری نے بھی مہاجنی کی تھی۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ لوگ ابھی تک بھی سمجھتے تھے کہ ہوری کے پاس گڑے ہوئے روپے ہیں۔ آخر وہ روپیہ گیا کہاں؟ بٹوارے میں نکلا نہیں۔ ہوری نے کوئی تیر تھرت یا بھونج کیا نہیں، روپیہ گیا تو کہاں گیا؟ جوتے پھٹ جانے پر بھی اس کے گھٹے بنے رہتے ہیں۔

کسی نے کسی دیوتا کو بیدھا کیا، کسی نے کسی کو۔ کسی نے آنے روپیہ سود دینا منظور کیا، کسی نے دو آنے۔ ہوری کی خودداری بالکل جاتی نہ رہی تھی جن لوگوں کے روپے اس پر باقی تھے ان کے پاس کون سا منہ لے کر جاسے، جھنگری سنگھ کے سوا اسے اور کوئی نہ سوچا۔ وہ بٹکا کاغذ لکھاتے تھے، ہزارہ الگ لیتے تھے، دستور الگ اور اٹامپ کی شکر الگ اس پر ایک سال کا سود بھی کاٹ کر دیتے تھے جبیں روپے کا تمسک لکھو تو اصل

سے سترہ روپے ملتے تھے۔ مگر اس آڑے وقت میں اور کیا کیا جاتے؟ رائے صاحب کی زبردستی ہر دور نہ اس وقت کسی کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلا نہ پڑتا۔

جھنگری سنگھ بیٹھے ہوئے داتون کر رہے تھے ٹھنگنے، موٹے، چند رو کالے۔ لمبی ناک اور بڑی بڑی مونچھوں والے آدمی تھے، بالکل نائیک کے مسخرے کی طرح! اور وہ تھے بھی بڑے سہوڑے۔ اسی گانوں میں اپنی سسرال بنا کر مردوں سے سارے یا سسر اور عورتوں سے سالی یا سربج کا ناتہ جوڑ لیا کرتے تھے۔ راستے میں لڑکے انہیں چڑھاتے۔ ”پنڈت جی پانگی، اور جھنگری سنگھ انہیں جھٹ پٹ ابتر باد دیتے۔ ”تمہاری آنکھیں پھوٹیں تمہارا گھٹنا ٹوٹے، تمہیں مرگی آوے، تمہارے گھر میں آگ لگ جائے“ وغیرہ لڑکے اس ابتر باد سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے۔ مگر لین دین کے معاملے میں وہ بڑے سخت تھے، سود کی ایک پانی نہ چھوڑتے تھے اور وعدہ پر روپیہ لئے بغیر دروازے سے نہ ملتے تھے۔

ہوری نے جا کر سلام کیا اور اپنا دکھڑا رو کر سنایا۔

جھنگری سنگھ نے مسکرا کر کہا، وہ سب پرانا روپیہ کیا کر ڈالا؟

”پرانے روپے ہوتے تھاکر، تو مہاجنوں سے اپنا پنڈت چھڑا لیتا بیاج بھرتے کسی کو اچھا لگتا ہی؟“

”وہ گڑے روپے نہ نکلیں چاہے سود کتنا ہی دینا پڑے، تم لوگوں کا یہی ڈھنگ ہی؟“

”کہاں کے گڑے روپے؟ تھاکر صاحب؟ کھانے کو تو ہوتا نہیں لڑکا جو ان ہو گیا، بیاہ کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ بڑی لڑکی بھی بیاہنے لایک (لائی) ہو گئی۔ روپیہ ہوتا تو کس دن کے لئے گاڑ رکھتے؟“

جھنگری سنگھ نے جب سے اس کے دروازے پر گائے دیکھی تھی اس پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ گائے کا ڈیل ڈول اور سڈول پن کہہ رہا تھا کہ اس میں پانچ سیر سے کم دودھ نہیں ہے۔ دل میں سوچ لیا تھا کہ ہوری کو کسی اردب میں ڈال کر گلے اڑالینی چاہیے۔ آج وہ موقع آگیا ہے۔

بولے: ”اچھا بھائی تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟ اب راجی (راضی) ہو تو؟ جتنے روپے چاہو لے جاؤ لیکن تمہارے بھلے کے لئے کہتے ہیں کہ کچھ گھنے ہوں تو گورو رکھ کر روپے لے لو۔ اشام لکھو گے تو سود بڑھے گا اور جھیلے میں پڑ جاؤ گے۔“

ہوری نے قسم کھائی کہ گھر میں گھنے کے نام کچا ناگا بھی نہیں ہے۔ دھینا کے ہاتھوں میں کرٹے ہیں تو وہ بھی گلٹ کے جھنگری سنگھ نے چہرے سے ہمدردی دکھاتے ہوئے کہا: ”تو ایک بات کرو۔ یہ نئی گلے جولائے ہو اسے ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ سود، اشام، سب کچھیروں سے بچ جاؤ۔ چار آدمی جو دام کہیں وہ ہم سے لے لو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم اسے اپنے سوکھ، (شوق) کے لئے لائی ہو اور بیچنا نہیں چاہتی لیکن یہ نکتہ تو نانا ہی پڑے گا۔“

ہوری پہلے تو اس بات پر ہنسا۔ وہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور نہ کرتا چاہتا تھا۔ لیکن ٹھا کرنے ایسا بچا سبھایا، مہاجنی ہتھکنڈوں کا ایسا بھانک روپ دکھایا کہ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ ٹھا کر ٹھیک ہی تو کہتے ہیں کہ جب ہاتھ میں روپیہ آجائے تو گائے لوٹالینا۔ تیس روپے کا کاگد (کاغذ) لکھنے پر کہیں کچیس روپے ملیں گے اور اگر تین چار برس نہ دے گئے تو پورے سو ہو جائیں گے۔ پہلے کا تجربہ ہی بتا رہا ہے کہ قرض وہ مہمان ہے جو ایک بار آکر جانے کا نام نہیں لیتا۔ لولا: میں گھر جا کر سب سے صلاح کروں

توتاؤں

”صلاح نہیں کرنا ہی۔ ان سے کہہ دینا ہو کہ روپیہ ادھار لینے میں اپنی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں ٹھاکر، ابھی آکے جواب دیتا ہوں۔“

لیکن گھر آکر اس نے جوں ہی یہ بات کہی کہ کہرام مچ گیا۔ دھینا تو کم چلائی مگر دونوں لڑکیوں نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا۔ نہیں دیتے اپنی گلے روپیہ جہاں سے چاہو لاؤ، سونانے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس سے تو کہیں اچھا یہ ہے کہ مجھے بیچ ڈالو تو گلے سے کچھ بیسی (بیٹی) اسی مل جائے گا۔ ہوری بیچارہ شمش درنج پر پڑ گیا۔ دونوں لڑکیاں بیچ مچ گلے پر جان دیتی تھیں۔ روپا تو اس کے گلے سے پٹ جاتی تھی اور اسے کھلائے بغیر منہ میں لقمہ نہ ڈالتی تھی۔ گلے کتنے پیار سے اس کا ہاتھ چاٹتی تھی، کتنی محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی تھی۔ اس کا بچہ کتنا سندر ہو گا۔ ابھی سے اس کا نام بھی رکھ دیا گیا تھا۔ مشروادہ اسے اپنے ساتھ لے کر سوتے گی۔ اس گلے کے پیچھے دونوں بہنوں میں کئی بار لڑائی ہو چکی تھی، سونا کہتی کہ مجھے زیادہ چاہتی ہو اور روپا کہتی کہ مجھے۔ اس کا فیصلہ ابھی تک نہ ہو سکا تھا اور دونوں معویہ برابر قائم تھے۔

مگر ہوری نے آگاہیچھا سہا کر آخر دھینا کو کسی طرح راضی کر لیا۔ ایک دوست سے گلے ادھار لے کر بیچ ڈالنا بھی بہت ہی دایا بات، مگر مصیبت میں تو آدمی کا دھرم تک چلا جاتا ہے۔ پھر یہ کون سی بڑی چیز ہے؟ ایسا نہ ہو تو پھر مصیبت سے لوگ اتنا ڈریں کیوں؟ گوبر نے بھی کوئی خاص اعتراض نہ کیا وہ آج کل اور ہی دھن میں مست تھا۔ یہ طے کیا گیا کہ جب دونوں لڑکیاں رات کو سو جائیں تو گلے جھنگری گنگھ کے یہاں پہنچا دی جائے۔ گوبر اس

وردناک منظر سے بھاگ کر کہیں چلا گیا تھا۔ وہ گائے کو جاتے کیسے دیکھ سکے گا؟ اپنے آنسوؤں کو کیسے روکے گا؟ موری بھی ادھر ہی سخت بنا ہوا تھا، اندر سے وہ بھی بے چین تھا۔ ایسا کوئی مائی کالا نہیں جو اس وقت اس کو بچپن روپے ادھار دے دے، چاہے پھر بچپن کے پچاس ہی لے لے۔ وہ گائے کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کی سیاہ سیاہ چمکتی ہوئی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں، گویا کہہ رہی ہے: "کیا چار ہی دن میں تمہارا دل مجھ سے پھر گیا؟ تم نے تو بچپن (قول) دیا تھا کہ بیٹے جی اسے نہ بیچوں گا، یہی بچن تھا تمہارا؟ میں نے تم سے کبھی کسی بات کا گلہ بھی نہیں کیا، جو کچھ روکھا سو کھا تم نے دے دیا وہی کھا کر آسودہ ہو گئی۔ بولو!"

دھینانے کہا کہ لڑکیاں تو سو گئیں، اب اسے لے کیوں نہیں جاتے جب بیچنا ہی ہو تو ابھی سہی۔"

موری نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: "میرا تو ہاتھ نہیں اٹھتا دھینا! اس کا منہ نہیں دیکھتی۔ رہنے لے! روپے سو دو پرے لوں گا۔ بھگوان نے چاہا تو سب ادا ہو جائیں گے۔ تین چار سو ہوتے ہی کیا ہیں، ایک بار اوکھہ جگ جائے۔" دھینانے فخریہ محبت سے اس کی طرف دیکھا۔ بولی: "اور کیا اتنی تنہا کے بعد تو گھر میں گوا آئی تو اسے بھی بیچ دو۔ لے لو کل روپے جیو اور سب چکا دے جائیں گے ویسے ہی یہ بھی چکا دیں گے۔"

اندر بڑی اس موری تھی۔ ہوا بند تھی۔ ایک پتی بھی نہ ملتی تھی، بادل چھائے ہوئے تھے مگر بارش کے آثار نہ تھے، موری نے گلے کو لے جا کر باہر باندھ دیا۔ دھینانے ٹوکا بھی کہ کہاں لئے جلتے ہو، مگر موری نے سنا نہیں بولا۔ باہر ہوا میں باندھے دیتا ہوں۔ آرام سر ہو گی۔ اس میں بھی تو جان ہے۔"

گائے بازہ کردہ اپنے منجھلے بھائی سو بھا کو دیکھنے گیا جسے ادھر کئی پہینے سے دے کامرض ہو گیا تھا دوا دار و کا دام نہیں، کھانے پینے کا بندوبست نہیں اور کام کرنا پڑتا تھا جان توڑ کر۔ اس لئے اس کی حالت دن بدن بگڑتی جاتی تھی۔ سو بھا غمخوار آدمی تھا، لڑائی جھگڑوں سے کوسوں دور بھاگنے والا۔ کسی سے مطلب نہیں، اپنے کام سے کام۔ ہو ری اسے چاہتا تھا اور وہ بھی ہو ری کا ادب کرتا تھا، دونوں میں روپے پیسے کی باتیں ہونے لگیں۔ رائے صاحب کے اس نئے فرمان کی تنقید ہو رہی تھی۔

کوئی گیارہ بجتے بجتے ہو ری ٹوٹا تو اسے معلوم ہوا کہ جیسے گائے کے پاس کوئی آدمی کھڑا ہے۔ پوچھا "کون ہو وہاں کھڑا؟" "ہیرا بولا۔" میں ہوں دادا، تمہارے الاؤ میں آگ لینے آیا تھا۔"

ہیرا اس کے الاؤ میں آگ لینے آیا ہے۔ اس ذرا سی بات سے ہو ری کو بھائی کی لگاوٹ کا پتہ چلا۔ گانوں میں اور بھی الاؤ ہیں، کہیں سے بھی آگ مل سکتی ہے۔ ہیرا اس کے الاؤ میں آگ لے رہا ہے تو اپنا ہی سمجھ کر تو، سارا گانوں اس الاؤ میں آگ لینے آتا تھا جو گانوں میں سب سے بڑا تھا اگر ہیرا کا آنا دوسری بات تھی۔ اور اس دن کی لڑائی کے بعد ہیرا کے من میں میل نہیں رہتا۔ گتہ در (غفسہ در) ہے پردل کا سا پھ (صاف) ہے۔"

اس نے محبت کے لہجے میں پوچھا: "تما کھو ہر کہ لاؤں؟"

"نہیں تما کھو ہر دادا۔"

"سو بھا تو آج بہت بے حال ہے۔"

کوئی دوائی نہیں کھاتا تو کیا کیا جائے؟ اس کے حساب میں تو سارے بید، ڈاکٹر، حکم اناری ہیں۔ بھگوان کے پاس جتنی بدھی تھی وہ اس کے

اور اس کے گھر والے کے حصہ میں پڑ گئی ہو۔“
 ہو ری نے تلویش سے کہا: یہی تو برائی ہو اس میں اپنے سامنے کسی
 کو گستاہی نہیں اور چڑھنے تو بیماری میں سب ہی ہو جاتے ہیں تمہیں یاد ہو کہ
 نہیں، جب تمہیں منغنا (انفلوینزا) ہو گیا تو دوائی اٹھا کر پھینک دیتے تھے
 تمہارے دونوں ہاتھ پکڑتا تھا تب تمہاری بھابی منہ میں دوائی ڈالتی تھی،
 اس پر تم گسے تمام گالیاں دیتے تھے۔“

ہاں دادا، بھلا وہ بات بھول سکتا ہوں تم نے بتانا کیا ہوتا تو تم
 سے روکنے کے لئے یکسے بچارہ بتاؤ؟“

ہو ری کو ایسا معلوم ہوا کہ میرا کی آواز بھاری ہو گئی ہو۔ اس کا گلا بھی
 بھر آیا، بولا: بیٹا! لڑائی جھگڑا تو زندگی کا دھرم ہو۔ اس سے جو اپنے میں وہ
 پرانے تھوڑے ہی ہو جاتے ہیں۔ جب گھر میں چار آدمی رہتے ہیں تب ہی لڑائی
 جھگڑے ہوتے ہیں جس کے کوئی ہی نہیں اس کے یہاں کون سڑے گا؟“
 دونوں نے ساتھ چلم پی۔ پھر میرا اپنے گھر گیا اور ہو ری اندر کھانا کھانے
 گیا۔ دھینا غصہ سے بولی: دیکھو اپنے پوت کی لیل، اتنی رات ہو گئی اور اسی ابھی
 میرے ہاتھ سے چھٹی نہیں ملی۔ میں سب جانتی ہوں مجھ کو سارا پتہ مل گیا ہو، پھولا کی
 وہ رانڈ لڑکی نہیں ہو۔ دھینا وہ اسی کے پیچھے میں پڑا رہتا ہو، ہو ری کے کانوں میں
 یہ بھی بھنک پڑی تھی مگر اسے یقین نہ ہوا تھا۔ گو بڑے چار ان باتوں کو کیا جانے
 بولا: کسی نے کہا تم سے کچھ؟“

دھینا تیز بڑی: تم سے چھپی ہوگی اور سب ہی جگہ چر رہا ہو۔ یہ ہو رہا تھا اور بہتر
 گھاٹ کا پانی پیتے ہوئے، اسے آنکھوں پر بچھا رہی ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ اس پر
 جان دیتی ہو، تم اسے سمجھا دو نہیں تو کوئی ایسی ذہنی بات ہو گئی تو کہیں کے نہ رہو گے

ہوری کا دل امنگ پر تھا، چھڑکی سو جھی۔ "جھینا دیکھنے سننے میں تو بُری نہیں ہے۔ اسی سے کرے سگائی۔ ایسی سستی مہر یا اور کہاں ملی جاتی؟" دھینا کو یہ چھڑ تیری لگی۔ جھینا اس گھر میں آئے تو منہ جھلس دوں رانڈ کا۔ گوبر کی چھیتی ہے تو اسے لے کر جہاں چاہے رہی۔

"اور جو گوبر اسی گھر میں لا دے۔" تو یہ دونوں لڑکیاں کس کے گلے باندھو گے؟ پھر برادری میں نہیں کون پوچھے گا؟ کوئی ددارے پر کھڑا تک تو ہو گا نہیں۔ "اسے اس کی کیا پردا؟"

اس طرح نہیں چھوڑوں گا لالا کو! مرم کے میں نے پالا ہے اور جھینا اگر راج نے گی! منہ میں آگ لگا دوں گی رانڈ کے!"

یکایک گوبر اگر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔ دادا، سندریا کو کیا ہو گیا؟ کیا کالے نے کاٹ لیا؟ وہ تو بُری تڑپ رہی ہے۔

ہوری چونکے میں جا چکا تھا۔ تھالی سامنے چھوڑ کر باہر نکل آیا اور بولا "کیا اسگن منہ سے نکالتے ہو۔ ابھی تو میں دیکھے آ رہا ہوں۔ لیٹی ہوئی تھی۔" تینوں باہر گئے۔ چراغ لے کر دیکھا۔ سندریا کے منہ سے بھاگ

نکل رہا تھا، آنکھیں پتھر اگئی تھیں، پیٹ پھول گیا تھا اور چاروں پاؤں پھیل گئے تھے۔ دھینا سر پیٹنے لگی۔ ہوری پنڈت دانا دین کے پاس دوڑا گاؤں میں دیوی مویشی ڈاکٹر تھے۔ پنڈت جی سونے جا رہے تھے۔ دوڑے ہوئے آئے دم کے دم میں سارا گاؤں جمع ہو گیا۔ گائے کو کسی نے کچھ کھلا دیا علامت صاف تھی۔ صاف زہر دیا گیا ہے لیکن گاؤں میں ایسا کون دشمن ہے جس نے زہر دیا ہو؟ ایسی واردات تو اس گاؤں میں کبھی

ہوئی ہی نہیں مگر باہر کا کون آدمی گائوں میں آیا؟ ہوری کی کسی سے عداوت بھی نہ تھی کہ اس پر شبہ کیا جائے۔ ہیرا سے کچھ کہا سنی ہوتی تھی مگر وہ بھائی بھائی کا جھگڑا تھا۔ سب سے زیادہ دکھی تو ہیرا ہی تھا۔ دھکی لے رہا تھا کہ جس نے یہ ہتیاروں کا کام کیا ہے اسے پائے تو لہو پی جائے۔ وہ لاکھ غصہ در ہو مگر اتنی کمینہ حرکت نہیں کر سکتا۔

آدھی رات تک جھگڑا رہا۔ سب ہی ہوری کے دکھ میں دکھی تھے اور ہتیارے کو گالیاں دیتے تھے۔ وہ اس وقت پکڑا جاسکتا تو اس کی جان کی بخر نہ تھی۔ جب یہ حال ہے تو کوئی جانوروں کو باہر کیسے باندھے گا؟ ابھی تک رات میں سب ہی جانور باہر بڑے رہتے تھے۔ کسی طرح کی جتنا نہ تھی لیکن اب تو ایک نئی مصیبت آکھڑی بیوی تھی۔ کیا گائے تھی کہ بس دیکھتا رہے پلو بجنے لاک۔ پانچ سیر سے کم دودھ نہ تھا۔ سو نہ کا ایک ایک بھڑا ہوتا آتے دیر نہ ہوئی کہ پہاڑ پھٹ پڑا۔

جب سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو دھینا ہوری کو کوسنے لگی "نہیں کوئی لاکھ سمجھائے پر کر دگے اپنے ہی من کی۔ نم گلے کھول کر آنگن سے چلے تب تک میں جو بھتی رہی کہ باہر نہ لے جاؤ۔ ہمارے دن پتلے ہیں، نہ جانے کب کیا ہو جائے۔ پر نہیں، اسے گرمی لگ رہی ہو۔ اب کھوب (خوب) ٹھنڈی ہو گئی اور تمھارا کچھ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ ٹھا کر مانگتے تھے دے دیا ہوتا تو ایک بوجھ سر سے اتر جاتا اور احسان کا احسان ہوتا۔ مگر پھر یہ پتھر کیسے پڑنا؟ کوئی بری بات ہونے والی ہوئی ہو تو مت پہلے ہی ماری جاتی ہے۔ اتنے دن آرام سے گھر میں بندھی رہی، نہ گرمی لگی اور نہ جوڑی آئی۔ اتنی جلدی سب کو یہ جان گئی تھی کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ باہر سے آئی ہو۔ بچے اس کو سینوں سے

کھیلے رہتے تھے، سر تک نہ ہلاتی تھی۔ جو کچھ ناند میں ڈال دو چاٹ پونچھ کر صاف کر دیتی تھی۔ لچھی تھی، ابھاگوں کے گھر کیا رہتی؟

سونا اور روپا بھی اس بلبل سے جاگ اٹھی تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں۔ اس کی خدمت کا بار زیادہ تر ان ہی دونوں پر تھا۔ ان کی ساتھی ہو گئی تھی۔ دونوں کھا کر اٹھیں تو ایک ایک ٹکڑا روٹی اسے لپٹے ہاتھوں سے کھلاتی تھیں۔ کیسا عجیبہ (زبان) نکال کر کھا لیتی تھی اور جب تک ان کے ہاتھ گورنہ پالیتی کھڑی تاکتی رہتی۔ بھاگ پھوٹ گئے!

گوبر اور دونوں لڑکیاں رو رو کر سو گئے تھے۔ ہو رہی بھی لیٹا۔ دھینا اس کے سر ہانے پانی کا لٹا رکھنے آئی تو ہو رہی نے آہستہ سے کہا تیرو پیٹ میں بات بچتی نہیں، کچھ سن پائے گی تو گاؤں بھر میں ڈھنڈورا پیٹتی پھرے گی۔

دھینا نے احتجاج کیا: بھلا سنوں تو۔ میں نے کون سی بات پیٹ دی کہ یوں ہی نام بدنام کر دیا۔

”اچھا تیرا شک (شک) کسی پر ہوتا ہے؟“

”میرا شک تو کسی پر نہیں ہے۔ کوئی باہری آدمی تھا۔“

”کسی سے کہے گی تو نہیں۔“

”کہوں گی نہیں تو گاؤں والے مجھے کہنے کہنے گھبراتے ہیں۔“

”اگر کسی سے کہا تو ماہی ڈالوں گا۔“

مجھے مار کر سکھی نہ ہو گئے۔ اب دوسری مہر یا نہیں ملی جانی۔ جب تک ہوں تھا مارا گھر بٹھالے ہوئے ہوں، جس دن مری جاؤں گی سب پر ہاتھ

دھر کر دو گے۔ ابھی مجھ میں ساری برائیاں ہی برائیاں ہیں تب آنکھوں سے آنسو بہیں گے۔“

”میرا سب تو میرا پر بڑتا ہی۔“

”جھوٹ، بالکل جھوٹ! ہیرا اتنا بیچ نہیں ہی، وہ منہ کا ہی بُرا ہی۔“

”میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہی۔ سچ ترے سر کی سو گند۔“

”تم نے اپنی آنکھوں دیکھا اکب؟“

”دہی، میں سو بھا کو دیکھ کر آیا تو وہ سندریا کی ناند کے پاس کھڑا تھا۔“

میں نے بوجھا کون ہی، تو بولالیں ہوں ہیرا۔ الاؤ سے آگ لینے آیا تھا پھوڑی

دیر مجھ سے بات کرتا رہا مجھے حلیم بلائی۔ وہ ادھر گیا، میں گھر میں آیا اور وہیں بڑ

نے پکار مچائی۔ معلوم ہوتا ہی کہ میں گائے یا ندھ کر سو بھا کے گھر گیا ہوں اور

اس نے ادھر آکر کچھ کھلا دیا۔ ثابت (شاید) پھر یہ دیکھنے آیا تھا کہ مری یا

نہیں۔“

دھینا نے سر دواہ کھینچ کر کہا: اس طرح کے ہونے ہیں بھائی جنہیں

بھائی کا گھلا کاٹنے میں بھی ہچک نہیں ہوتی۔ افوہ! ہیرا من کا اتنا کالا ہی! اور

دارحی بار کو میں نے ہی پال پوس کر بڑا کیا۔“

”اچھا جا، سورہ! مگر کسی سے بھول کر بھی چرچا نہ چلانا۔“

”کو، اترا کا ہوتے ہی لالا کو تھانے نہ پہنچاؤں تو اپنے اصل باپ

کی نہیں! یہ ہتھیارا بھائی۔ کہنے لاک (لائق) ہی۔ یہی بھائی کا کام ہی۔ وہ ہیری

سے، پکا ہیری! اور ہیری کو مارنے میں باپ نہیں، اچھوڑنے میں باپ ہی۔“

ہوری نے دھمکایا: میں کہے دیتا ہوں دھینا! از تھ ہو جائے گا۔“

دھینا جوش میں بولی: ”از تھ نہیں از تھ کا باپ ہو جائے، میں بنا

لالا کو بڑے گھر بھجوائے، انوں کی نہیں۔ تین سال چکی پواؤں گی، تین سال! وہاں سے چھوٹیں گے تو ہتیا لگے گی۔ تیرتھ کرنا پڑے گا، بھوج دینا پڑے گا۔ اس دھوکے میں نہ رہیں لالا! اور گوہی دلاؤں گی تم سے، لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا کر۔“

اس نے اندر جا کر کوڑا بند کر لئے اور ہو ری باہر خود کو کوستا ہوا پڑ رہا۔ جب میرے ہی پیٹ میں بات نہ بچی تو دھینا کے پیٹ میں کیا پچھے گی؟ اب یہ چڑیل ماننے والی نہیں۔ ہٹ پر آجاتی ہے تو کسی کی سنتی ہی نہیں۔ آج میں نے اپنی جندگی (زندگی) میں سب سے بڑی بھول کی۔ چاروں طرف سنان تار کی چھائی تھی۔ دونوں سیلوں کے گلے کی گھنٹیاں کبھی کبھی بج اٹھتی تھیں۔ دس قدم پر مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور ہو ری بڑے ہی کھنپا دے میں پڑا ہوا کر وٹیں بدل رہا تھا۔ اندھیرے میں اجالے کی لکیر کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔



(۹)

علی الصباح ہوری کے مکان میں ایک پورا ہنگامہ تھا۔ ہوری دھینا کو مار رہا تھا اور دھینا اسے گالیاں دے رہی تھی، دونوں لڑکیاں باپ کے پاؤں پر پٹی ہوئی چلا رہی تھیں اور گوبرماں کو بچا رہا تھا۔ بار بار ہوری کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے دھکیل دیتا مگر جوں ہی دھینا کے منہ سے کوئی گالی نکل جاتی، ہوری اپنے ہاتھ چھڑا کر اسے دوچار گھونے لات جما دیتا۔ اس کا بوڑھا غصہ جیسے کسی چھپی اور جمع کی ہوئی طاقت کو باہر نکال لایا ہو۔ سارے گانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ لوگ سمجھانے بھانے کے بہانے تماشا دیکھنے آ پہنچے۔ سو بھالاشی ٹیکنا آکھڑا ہوا۔ داتا دین نے ڈانٹا: "این، یہ کیا ہے ہوری؟ تم باؤلے ہو گئے ہو کیا؟ کوئی اس طرح گھر کی کچھی پر ہاتھ چھوڑ تلے؟ تمہیں تو یہ روگ نہ تھا، کیا ہیرا کی جھوٹ نہیں بھی لگ گئی ہو؟"

ہوری نے بالا گن کر کے کہا: "مہراج! تم اس بجھت (وقت) نہ بولو۔ میں آج اس کی بان چھڑا کر تب دم لوں گا۔ میں جتنا ہی طرح دیتا ہوں اتنا ہی یہ سر چڑھتی جاتی ہے۔"

دھینا غصے میں روتی ہوئی بولی: "مہراج، تم گواہ رہنا۔ میں آج اس کے ہتیارے بھائی کو جیل (جیل)، بھجوا کر تب پانی پیوؤں گی۔ اس کے بھائی نے گائے کو بس کھلا کر مار ڈالا ہے۔ اب جو میں تھانے میں رپٹ لکھانے جاتی ہوں تو یہ ہتیارا مجھے مارتا ہے۔ میں نے اس کے پیچھے اپنی جند گانی، (زندگانی) مینا میٹ کر دی اس کا یہ انعام دے رہا ہے۔"

ہوری نے دانت پیس کر اور آنکھیں نکال کر کہا: پھر وہی بات منہ نہ نکالی
تو نے دیکھا تھا ہیرا کو بس دیتے؟“
”تو کم (نم) کھا جا کہ تو نے ہیرا کو گائے کے پاس کھڑا نہیں
دیکھا؟“

”ہاں میں نے نہیں دیکھا، کم کھانا ہوں۔“
”بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر کم کھا۔“

ہوری نے گوبر کے سر پر کا پنتا ہوا ہاتھ رکھ کر، کا پنتی ہوئی آواز میں
کہا: ”میں بیٹے کی کم کھاتا ہوں کہ میں نے ہیرا کو ناند کے پاس نہیں دیکھا۔“
دھینا نے زمین پر ہتھوک کر کہا: ”تھڑی ہے تیری جھٹائی پر! تو نے
آپ مجھ سے کہا کہ ہیرا چور کی طرح ناند کے پاس کھڑا تھا اور اب بھائی کے
لئے جھوٹ بولتا ہے، تھڑی ہے! اگر میرے بیٹے کا بال بھی بیکا ہو تو گھر میں
آگ لگا دوں گی، ساری گرتی میں آگ لگا دوں گی۔ بھگوان! آدمی منہ سے بات
کہہ کر اتنی بے سہمی سے پلٹ جاتا ہے!“

ہوری پاؤں پٹک کر بولا: دھینا! اس مت دلا نہیں تو برا ہوگا۔
مار تو رہا ہوں اور مارے، جو تو اپنے باپ کا بیٹا ہوگا تو آج مجھے مار کر
تب پانی پئے گا! پانی نے مارتے مارتے مجھے بھر کس کر دیا، پھر بھی اس کا
جی نہیں بھرا۔ مجھے مار کر سمجھتا ہے کہ بڑا بیرہوں۔ بھائیوں کے سامنے بھگی بلی
بن جاتا ہے، پانی کہیں کا! ہتیارا!“

پھر وہ فریاد کر کے رونے لگی۔ اس گھر میں آ کر اس نے کیا کیا۔ دکھ درد
نہیں جھیلا، کس کس طرح اپنا پیٹ تن نہیں کاٹا، کس طرح ایک ایک لٹے کو ترسی کہا
طرح ایک ایک پیسہ جان کی طرح بچا کر رکھا، کس طرح گھر بھر کو کھلا کر اور آپ

پانی پی کر سو رہی اور آج ان سارے بلداؤں (قربانیوں) کا یہ بدلا! بھگوان بیٹھے یہ
انیاے دیکھ رہی ہیں اور اسے بچانے نہیں دوڑتے!

رفتہ رفتہ رائے عامہ اب دھینا کے موافق ہونے لگی۔ اس میں
اب کسی کو شک نہ رہا کہ ہیرا ہی نے گلے کو زہر دیا۔

ہوری نے بالکل جھوٹی قسم کھائی ہے، اس کا بھی لوگوں کو یقین ہو گیا
گوہر کو باپ کی اس جھوٹی قسم اور اس کی وجہ سے آنے والی مصیبت کے
اندیشے نے ہوری کا مخالف بنادیا۔ اس پر جو داتا دین نے ڈانٹ بنائی، تو
ہوری ہار کھا گیا اور چپکے سے چلا گیا۔ راستی کی فتح ہوئی۔

داتا دین نے سو بھالے پوچھا: "تم کچھ جانتے ہو سو بھال! کیا بات
ہوئی؟"

سو بھال زمین پر لیٹا ہوا بولا: "میں تو مہراج، آٹھ دن سے باہر نہیں نکلا
ہوری دادا بھی کبھی جا کر کچھ دے آتے ہیں، اسی سے کام چلتا ہے۔ کل رات
میں بھی وہ میرے پاس گئے تھے۔ کس نے کیا کیا، میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں کل
سانجھ کو ہیرا میرے گھر کھرپی مانگنے گیا تھا۔ کہتا تھا کہ ایک جڑی کھودنا ہے۔ پھر
تب سے اس سے میری بھینٹ نہیں ہوئی۔"

دھینا شہ کو پا کر بولی: "پنڈت دادا، یہ اسی کا کام ہے۔ سو بھال کے
گھر سے کھرپی مانگ کر لایا اور کوئی جڑی کھود کر گلے کو کھلا دی۔ اس رات
کو جو جھگڑا ہوا تھا اسی دن سے وہ رنج مانے بیٹھا ہے۔"

داتا دین بولے: "یہ بات ثابت ہوگئی تو اسی ہتیا لگے گی۔ پولیس کچھ
کرے یا نہ کرے، دھرم تو بناؤںڈٹے نہ رہی گا، چلی تو جا رہی! ہیرا کو بللا۔ کہنا
کہ پنڈت دادا بلارہی ہیں۔ اگر اس نے ہتیا نہیں کی ہے تو گنگا جلی اٹھالے اور

چورے پر چل کر سوگند کھائے۔“

دھینا بولی۔ ”مہراج! اس کی سوگند کا بھروسہ نہیں، جھٹ پٹ کھائے گا۔ جب اس نے جھوٹی سوگند کھالی جو بڑا دھرماتا بنا ہے تو ہیرا کا کیا بسواس؟“
اب گو بر بولا۔ ”کھائے جھوٹی سوگند، منس کا انت (خاتمہ) ہو جائے،
بوڑھے بیٹے رہیں، جوان جی کر کیا کریں گے؟“
ردپا ایک لمحے میں آکر بولی۔ ”کا کا گھر میں نہیں پنڈت دادا! کا کی کہتی ہے کہ کہیں چلے گئے ہیں۔“

داتا دین نے لمبی داڑھی پھٹکا کر کہا۔ ”تو نے پوچھا نہیں کہ کہاں چلے گئے ہیں؟ گھر میں چھپا بیٹھا نہ ہو دیکھ تو سونا! اندر تو نہیں بیٹھا ہے؟“
دھینا نے ٹوکا۔ ”اسے نہ بھیجو دادا! ہیرا کے سہرتیا سوار ہر نہ جلنے کیا کر بیٹھے۔“

داتا دین نے خود لکڑی سنبھالی اور خبر لائے کہ ہیرا کہیں سج مچ چلا گیا ہے۔ پتیا کہتی ہے، لیٹا ڈور اور ڈنڈا سب لے کر گئے ہیں۔ پتیانے پوچھا بھی کہ کہاں جاتے ہو، پر بتایا نہیں۔ اس نے پانچ روپے آلے (طاق) میں رکھے تھے۔ روپے وہاں نہیں ہیں۔ شاید روپے بھی لینا گیا۔

دھینا ٹھنڈے دل سے بولی۔ ”منہ میں کا لکھ لگا کر کہیں بھاگ گیا ہو گا۔“
سو بھا بولا۔ ”بھاگ کے کہاں جائے گا؟ گنگا نہانے نہ چلا گیا ہو۔“

دھینا نے شک ظاہر کیا۔ ”گنگا جاتا تو روپے کیوں لے جاتا؟ اور آج

کل کوئی پررب نہان بھی تو نہیں ہے۔“

اس شک کو کوئی دور نہ کر سکا، خیال مضبوط ہو گیا۔ آج ہوری کے گھر کھانا نہیں پکا، نہ کسی نے بیوں کو پانی دیا۔ سارے گائوں میں سنی پھیلی ہوئی تھی۔ دودو

چار چار آدمی جگہ جگہ جمع ہو کر اسی واقعہ پر رائے زنی کر رہے تھے۔ ہیرا ضرور کہیں بھاگ گیا۔ دیکھا ہو گا کہ بعید کھل گیا۔ اب جہل (جیل) الگ جانا پڑے گا اور ہینا الگ لگے گی بس کہیں بھاگ گیا۔ پتیا بھی رو رہی تھی کہ کچھ کہا نہ سنا، نہ جانے کہاں چل گئے۔

جو کچھ کسر رہ گئی تھی وہ شام کے وقت حلقے کے تھانے دار نے آکر پوری کر دی۔ گانوں کے پتکیدار نے اس واقعے کی رپٹ کی جو اس کا فرض تھا پھر تعایندار صاحب اپنے فرض سے کب چوکنے والے تھے؛ اب گانوں والوں کو بھی ان کی خاطر مدارات کر کے اپنا فرض پورا کرنا چاہیے۔ داتا دین، بھنگری، گنگہ نوکھے رام، ان کے چاروں پیادے، منگر دشاہ اور لالہ بیٹھوری سب ہی آپہنچے اور داروغہ جی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ہوری کی طلبی ہوئی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ تعایندار کے سامنے آیا۔ ایسا ڈر رہا تھا جیسے پھانسی ہو جائیگی دھینا کو پٹنے وقت اس کا ایک ایک عضو بھڑک رہا تھا۔ داروغہ جی کے آگے کھجورے کی طرح اندر ہی اندر سٹا جاتا تھا۔ داروغہ نے اسے محققانہ نگاہوں سے دیکھا اور اس کے دل تک پہنچ گئے۔ قیافہ شناسی میں انھیں ابھی مہارت تھی۔ کتابی علم النفس میں کورور ہوں مگر عملاً اس کے ماہر تھے یقین ہو گیا کہ آج کسی اچھے کام نہ دیکھ کر اٹھے ہیں۔

ہوری کا چہرہ کہے دیتا تھا کہ اس کے لئے صرف ایک دھکی کافی ہے۔

داروغہ نے پوچھا: "بتھے کس پر شبہ ہے؟"

ہوری نے زمین چھوئی اور ہاتھ جوڑ کر بولا: "میرا سہ کسی پر نہیں ہے سرکارا گائے اپنی موت مری ہے۔ بوڑھی ہو گئی تھی۔"

دھینا بھی آکر پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ فوراً بولی، گائے ماری ہے تمہارے بھائی ہیرا نے۔ سرکارا لیے مورکھ نہیں ہیں کہ جو کچھ تم کہہ دو گے مان لیں گے یہاں جابج کر کے آتے ہیں۔"

داروغہ جی نے پوچھا: ”یہ کون عورت ہے؟“
 کئی آدمیوں نے داروغہ جی سے گفتگو کرنے کی خوش نصیبی حاصل کرنے
 کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ ایک ساتھ بولے
 اور ہر ایک نے اپنے دل کو اس خیال سے تسکین دی کہ پہلے میں بولا: ہوری کی
 گھر والی ہی سرکار!“

”تو اسے بلاؤ، میں پہلے اسی کا بیان لکھوں گا۔ وہ کہاں ہی ہیرا؟“
 ”خاص لوگوں نے ایک آواز سے کہا: وہ تو آج تڑکے کہیں چلا گیا ہی سرکار“
 ”میں اس کے گھر کی تلاشی لوں گا۔“

”تلاشی! ہوری کا سانس بچنے اور ہونے لگا۔ اس کے بھائی ہیرا کے گھر
 کی تلاشی ہوگی اور ہیرا گھر میں نہیں ہے! تو پھر ہوری کے جینے جی اور اس کے دیکھتے
 یہ تلاشی نہ ہونے پائے گی اور دھینا سے اب اس کا کوئی نانا نہیں ہے۔ جہاں چاہے
 جائے۔ جب وہ اس کی آبرو بگاڑنے پر آگئی ہے تو اس کے گھر میں کیسے رہ سکتی ہے؟
 جب گلی گلی ٹھوکر کھائے گی تب پتہ چلے گا۔“

گائوں کے خاص لوگوں نے اس ٹکٹ کو ٹانگوں کے لٹکانا چھو سی شروع کی۔
 دانا دین نے اپنا گنجا سر ہلا کر کہا: ”یہ سب کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ پوچھو
 ہیرا کے گھر میں کیا رکھا ہے؟“

ہینٹھوری لالا بہت لمبے تھے مگر لمبے ہو کر بھی بیوقوف نہ تھے۔ اپنا لمبا
 کالا منہ اور لمبا کر کے بولے: ”اور یہاں آیا ہو کس لئے؟ اور جب آیا ہے تو بنا
 کچھ لئے دئے گیا کب ہے؟“

جھنگری شگھ نے ہوری کو بلا کر کان میں کہا: ”نکا لوجہ دینا ہو، یوں گھلا
 نہ چھوٹے گا۔“

داروغہ جی نے اب ذرا گرج کر کہا: میں سیرا کے گھر کی تلاشی لوں گا؟
 ہو ری کا چہرہ ایسا فنی ہو گیا گویا جسم کا سارا خون خشک ہو گیا ہو۔ تلاشی
 اس کے گھر ہوئی تو ادراس کے بھائی کے گھر ہوئی تو، ایک ہی بات ہو۔ سیرا الگ
 وہی پر دنیا تو جانتی ہو کہ اس کا بھائی ہو۔ مگر اس سے اس کا کچھ بس نہیں۔ اس کے
 پاس روپے ہوتے تو پچاس لاکھ داروغہ جی کے پاؤں پر رکھ دیتا اور کہتا: سرکار
 میری آبرو اب آپ کے ہاتھ ہو مگر اس کے پاس تو زہر کھانے کو ایک پیسہ نہیں
 ہے۔ دھینکے پاس دو چار روپے پڑے ہوں پر وہ چڑیل بھلا کب دینے لگی؟
 پھانسی کی سزا پائے ہوئے آدمی کی طرح سر جھکائے اپنی بے عزتی کو سختی سے
 محسوس کرتا ہوا خاموش کھڑا رہا۔

داتا دین نے ہو ری کو آگاہ کیا: اب اس طرح کھڑے رہنے سے کام
 نہ چلے گا ہو ری! روپے کی کوئی تدبیر کرو۔“

ہو ری عاجزانہ بولا: اب میں کیا کہوں مہراج؟ ابھی تو پہلے ہی کی گھڑی سر
 پر لدی ہو اور کس منہ سے مانگوں؟ پر اس سنکٹ کو اُبار لو جیتا رہا تو کوڑی کوڑی
 چکا دوں گا۔ میں مرجاؤں تو گوبر تو ہو ہی۔“

لیڈروں میں مشورہ ہونے لگا: تمھارا کو کیا بھیٹ کیا جائے۔“
 داتا دین نے پچاس بھرتی کئے جھنگری سنگھ کی رائے میں سو سو کم پر سودا نہ ہو گا۔ نوکے
 رام بھی سوکے حق میں تھے اور ہو ری کے لئے سودا پر پچاس میں کوئی فرق نہ تھا۔
 اس تلاشی کا سنکٹ اس کے سر سے ٹل جائے، چاہی ہو جا کتنی ہی چڑھائی پڑے
 مرنے کو ایک من لکڑی سے جلاؤ یا دس من سے، اسے کیا پروا؟

مگر پیشوری سے یہ بے انصافی نہ دیکھی گئی۔ کوئی ڈاکہ یا قتل تو ہوا انہیں،
 صرف تلاشی ہو رہی ہو، بس بیس روپے بہت ہیں۔